48

خدا کے نبی کی مخالفت موجب ہلاکت ہے

(فرمودہ ۴ ؍جولائی ۱۹۱۹ء)

حضور نے تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کی یہ سُنّت قدیم سے چلی آتی ہے کہ وہ زمانہ کی ضرورت کے مطابق اپنے مامور دُنیا میں بھیجتا رہتا ہے۔ جب بھی زمانہ اس بات کا محتاج ہوتا ہے۔ (زمانہ سے میری مراد اس زمانہ کے لوگ ہیں) تو وہ اپنے بندوں میں سے ایک بندے کو اس زمانہ کے لیے چنتا اور حکم دیتا ہے کہ دُنیا کی اصلاح کے لیے کھڑا ہو جا۔ چونکہ وہ خدا کے حکم سے کھڑا ہوتا ہے۔ اس کے دیئے ہوتے نام کے ساتھ کھڑا ہوتا ہے اور اس کے بتاتے ہوتے مقام پر کھڑا ہوتا ہے۔ اس لیے اس کی بات کو خدا اپنی بات اور اس کے کام کو خدا اپنا کام قرار دیتا ہے۔ اور جو اس کے مقابلہ میں آتے ہیں۔ وہ تباہ و برباد و رسوا اور ذلیل ہوتے ہیں کبھی نہیں ہوا کہ خدا کا نام لیکر ایک راستباز کھڑا ہوا ہو۔ اور پھر دُنیا نے اس کو ناکام دیکھا ہو۔ وہ ہمیشہ کامیاب ہی ہوتے ہیں۔ اور ان کے دشمن ہمیشہ ہی ناکامی و نامرادی کا مُنہ دیکھتے ہیں۔

نادان ان کی ظاہری غربت کو دیکھکر کہتے ہیں کہ یہ ہمارا کیا کر سکتے ہیں۔ ان کی نظر ان کے چہرہ پر ہوتی ہے۔ مگر اس کے چہرہ کو نہیں دیکھتے جو ان میں مخفی ہوتا ہے۔ لوگ ان کے ہاتھ کو دیکھتے ہیں مگر اس کے ہاتھ کو نہیں دیکھتے۔ جس کی مار کی برداشت دُنیا میں کوئی نہیں کر سکتا۔ وجہ یہ کہ چونکہ نبیوں کے مخالف ظاہر پرست ہوتے ہیں۔ اس لیے ان کی نظر ظاہر پر ہی پڑتی ہے۔ حالانکہ ان کی ہلاکت و بربادی کے سامان باطن میں کیتے گئے ہوتے ہیں۔

ان کی مثال اس شہر کے باشندوں کی طرح ہوتی ہے۔ جو ایک ایسے آتش فشاں پہاڑ پر رہتے ہوں جس کے اردگرد سبزہ زار ہو۔ زمین ہری بھری ہو۔ گلیاں اور ان کی گذرگاہیں شاداب ہوں۔ جنگلوں میں شادابی نظر آتی ہو۔ پانی کے چشمے بہہ رہے ہوں۔ حالانکہ ان کی گلیوں۔ ان کے مکانوں۔ اور ان کے جنگلوں اور چشموں کے نیچے ان کی تباہیوں کے سامان ہو رہے ہوتے ہیں۔ اور جب وہ سامان

ظاہر ہوتے ہیں۔ تب ان کو پتہ لگتا ہے کہ ہم کس حالت میں تھے۔ اور اب ہم کس حال میں ہیں۔
بہت جگہوں پر اس قسم کے واقعات ہوتے ہیں۔ کہ آتش فشاں پہاڑوں پر اس لیے لوگ آباد ہو گئے کہ یا تو انہیں ان کی آتش فشانی کا پتہ نہ تھا۔ یا یہ کہ ان سے اس قدر کم مادہ نکلتا تھا کہ لوگوں نے خیال کر لیا کہ اب ہم امن میں ہیں، لیکن جب مادہ میں جوش آیا تو یکلخت تباہ و برباد ہو گئے۔ اور خوبصورت شہر کی بجائے ویران کھنڈرات بن گئے۔ یہی حال نبیوں کے مخالفوں کا ہوتا ہے۔ ان کے متعلق بھی ایک ظاہر بین نہیں کہہ سکتا کہ وہ کبھی ہلاک ہوں گے۔ اور اگر ہونگے تو کیسے۔ مگر ان کے گھروں کی بنیادوں اور چھتوں کے نیچے ایسے سامان ہلاکت جمع ہو رہے ہوتے ہیں کہ جب وقت آتا ہے۔ تو ایک منٹ کی دیر نہیں لگتی کہ وہ ہلاک ہو جاتے ہیں اور کوئی نہیں بتا سکتا کہ وہ کیا ہوئے۔
جاوا میں ابھی ایک آتش فشانی کا واقعہ ہوا ہے کہ وہاں ایک بہت بڑا شہر تھا جس کی آبادی ہزاروں کی تھی۔ اور ایسا شاداب تھا۔ کہ اس کی شادابی اور سرسبزی سے فائدہ اُٹھانے کے لیے لوگ اپنے اپنے گھروں کو چھوڑ کر وہاں آکر رہتے۔ اور اپنے گھر بناتے۔ اور موسم گذارتے تھے۔ مگر چند ہی دن ہوتے وہاں ایک ایسا خطرناک زلزلہ آیا کہ تمام کا تمام شہر تباہ ہو گیا۔ ساٹھ ہزار کے قریب لوگ مر گئے۔ کیا اسکی شادابی اور سرسبزی کو دیکھ کر کوئی خیال کر سکتا تھا کہ اس کے نیچے آگ جمع ہے لیکن اس کے نیچے آگ تھی جو نظر نہیں آتی تھی۔ اس کے رُخ بدل لینے سے لوگوں نے خیال کر لیا تھا کہ اب کوئی خطرہ نہیں۔ مگر ان کا یہ خیال ان کو ہلاکت سے نہ بچا سکا۔
یہی حال نبیوں کے دشمنوں کا ہوتا ہے۔ وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھتے ہیں۔ مگر ان کی بربادی کے سامان ان کے گھروں کے نیچے موجود ہوتے ہیں۔
اس زمانہ میں جب اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک نبی بھیجا۔ تو بے وقوفوں نے اپنی بیوقوفی سے خیال کیا۔ کہ اس کے پاس نہ فوج ہے۔ نہ اس کے پاس مال ہے۔ نہ طاقت ہے۔ نہ جتھا ہے۔ یہ ہمارا کیا بگاڑ سکتا ہے۔ انہوں نے اس کے ہاتھ کو دیکھا۔ اس پر جھوٹے مقدمے کھڑے کئے کہ اس کو قید کرا دیں۔ انہوں نے اس پر پتھر پھینکے اور خیال کیا کہ اس طرح ہم اسے مار دینگے۔ انہوں نے زہر دینی چاہی کہ اس طرح ہمیشہ کے لیے خاموش ہو جائیگا۔ انہوں نے قتل کرنے کی کوششیں کیں کہ اس طرح یہ سکوت اختیار کرے گا مگر ان نادانوں نے یہ نہ جانا کہ یہ شخص جس کو ہم مارنا چاہتے ہیں۔ یہ تو بول ہی نہیں رہا۔ بولتا وہ ہے جس کو کسی زہر سے مارا نہیں جا سکتا۔ جس کو کسی اور طریق سے مٹایا نہیں جا سکتا۔ جس کو کوئی حکومت قید نہیں کر سکتی۔ بلکہ وہ جس کو چاہتا ہے۔ قید میں ڈالتا ہے۔ جس کو چاہتا ہے مارتا ہے اور جس کو چاہتا ہے۔ زندہ

کرتا ہے۔ پس بولنے والا وہ نہیں جسکو "مرزا" کہتے ہیں۔ بلکہ بولنے والا وہ ہے۔ جسکو خدا کہتے ہیں۔ نادان انسان بڑے افسر کے چپڑاسی کو دیکھتے ہیں۔ اور اسے حقیر سمجھکر اس کے لائے ہوئے احکام کی پروا نہیں کرتے۔ درحقیقت وہ احکام معزز ہوا کرتے ہیں جو وہ لیکر آتا ہے۔ اس لیے اس کو حقیر نہیں کہا جاسکتا۔ کیونکہ بادشاہ کے احکام میں چھوٹے بڑے کا فرق نہیں ہوتا۔ اس لیے چپڑاسی کی طرف نہیں دیکھنا چاہیئے۔ بلکہ اس کی طرف دیکھنا چاہیئے جس کے حکم سے وہ آتا ہے۔ اور جس کا حکم لاتا ہے۔ تو خدا تعالیٰ کا برگزیدہ آیا اور خدا کے احکام لایا۔ مگر دنیا نے اس کی مخالفت کی۔ اور ایسی مخالفت کی کہ اس کی جان تک لینے سے دریغ نہ کیا۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ دُنیا دیکھ رہی ہے۔ کہ اس کے انکار کے بعد وبائیں آئیں۔ ابتلاء آئے لوگ دُکھوں میں گرفتار ہوئے۔ جنگوں میں ڈالے گئے۔ زلزلوں سے زیرو زبر کیے گئے۔ طوفانوں سے برباد کئے گئے۔ قحط سے ہلاکت میں ڈالے گئے۔ کہیں قحط بارش کی قلت سے آئے تو کہیں کثرت بارش سے آئے۔ اور اگر ایک جگہ کے لوگ ایک ایک قطرہ کو ترسنے لگے۔ تو دوسری جگہ اس کثرت سے بارش ہوئی کہ لوگوں کے کھیت کھڑے کے کھڑے سڑ گئے۔ پہلے قحط کبھی بارش کے نہ ہونے سے پڑتا۔ اور کبھی زیادہ بارش ہونے کی وجہ سے فصلوں کے گل سڑ جانے سے پڑتا، لیکن اس زمانہ میں یہ دونوں باتیں ایک وقت میں جمع ہوگئی ہیں۔ اور ان کے علاوہ ہر رنگ میں بلائیں آرہی ہیں۔ اور اس کثرت سے آرہی ہیں کہ کوئی چین سے زندگی بسر نہیں کر رہا۔ لوگ محسوس کر رہے ہیں کہ ان کی زندگی ان پر تلخ ہو رہی ہے۔ اور وہ سمجھ رہے ہیں کہ ان کی زندگی موت سے بدتر ہے۔ مگر تعجب ہے کہ باوجود ایسی حالت کے پھر بھی وہ اس کے اس علاج کی طرف متوجہ نہیں ہوتے۔ جو خدا نے ان ہلاکتوں سے بچانے کے لیے مقرر کیا ہے۔ یہ مانتے ہیں کہ دُنیا میں خدا کا عذاب نازل ہے جس میں ہم گھرے ہوتے ہیں۔ مگر اس پر غور نہیں کرتے کہ یہ کیوں آیا ہے۔

پچھلے ہفتے سیلون سے جو خط آیا ہے اس میں وہاں کے قحط کے حالات لکھے ہیں۔ جو نہایت ہی دردناک طور پر نہایت تفصیل سے لکھے ہیں۔ مَیں نے جب اس کا ابتدائی حصہ پڑھا تو خیال کیا کہ روپیہ کی مدد چاہتے ہونگے لیکن جس وقت میں اخیر پر پہنچا۔ تو ایک ایسا فقرہ پڑھا جس سے معلوم ہوگیا کہ وہاں کے لوگوں کی حالت بہت ہی دردناک ہوگئی ہے وہ فقرہ یہ ہے کہ ہماری حالت نہایت ہی دردناک ہے۔ اور خلاصہ یہ ہے کہ ہمیں چند بوریاں آٹے کی بھجوائی جائیں۔ ہم پر یوسفؑ کے سے سال گذر رہے۔ ہم مدد چاہتے ہیں، لیکن روپیہ کی صورت میں نہیں۔ بلکہ غلہ کی صورت میں۔ کیونکہ یہاں روپیہ دیکر بھی غلہ نہیں ملتا۔ یہ فقرہ تھا کہ جس نے اس خطرناک حالت کو مجھ پر ظاہر کر دیا اور معلوم ہوا کہ وہ کن حالات

میں سے گزر رہے ہیں۔

ایسے وقت میں ہماری جماعت کے لیے نہایت ضروری کہ پہلے سے زیادہ انابت الی اللہ اختیار کرے اپنی اور تمام جماعت کی حفاظت کے لیے خواہ کہیں ہو۔ دُعائیں کی جائیں۔ اس میں شک نہیں کہ عذاب اور بلائیں حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے انکار کے باعث آ رہی ہیں۔ مگر اس کا ایک حصّہ ہم کو بھی پہنچتا ہے کیونکہ ہم بھی اسی ملک میں رہتے ہیں۔ جہاں حضرت مسیح موعود کا انکار کرنے والے رہتے ہیں۔ دیکھو کفارِ عرب پر قحط کا عذاب آیا۔ مگر صحابہ نے بھی اس میں تکلیف اُٹھائی۔ پھر اس کی وجہ یہ ہے کہ تاہم اور جوش سے کلمۃ الحق کی تبلیغ کریں۔ کیونکہ اس میں پوری کوشش اور سعی سے کام نہ لینے کی وجہ سے خدا تعالیٰ ہماری جماعت کے لوگوں کو ان تکالیف کا مزا چکھاتا ہے۔ جو دُنیا پر آ رہی ہیں تاکہ لوگوں کی قابلِ رحم حالت سے آگاہ ہو کر ہم جلد سے جلد اس نُور اور خُدا کے اس کلام کو جو حضرت مسیح موعودؑ کے ذریعہ نازل ہوا۔ دُنیا میں پہنچائیں۔ چونکہ ان بلاؤں سے ہمیں بھی ایک حد تک حصّہ لینا پڑتا ہے۔ اس لیے ہماری جماعت کے لیے ضروری ہے کہ اپنے لیے اور اپنے دوسرے بھائیوں کے لیے خدا تعالیٰ کے حضور نہایت تضرّع سے دُعائیں کرے، کہ خدا تعالیٰ سب کو اس قسم کی سختی اور تکلیف سے بچائے۔ جو ایمان کو ضائع کرنے والی ہو۔ آمین"۔

(الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۱۹ء)